اعجاز احمد خان سنگھانوی
ایم۔اے۔کراچی

مولانا سیّد عبد اللطیف صاحبؒ

ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ کا وطن ضلع مظفر نگر کا قدیم قصبہ "قاضی پورہ" تھا۔ جو مرورِ ایام سے عوام کی زبان پر "پور قاضی" کے نام سے معروف ہے۔[1] آپ کی ولادت اسی قصبہ میں ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۹ء ہوئی۔[2] آپ مولانا جمعیت علی پروفیسر بہاولپور کالج کے فرزند اور مولانا ثابت علی صاحب مدرس مظاہر علوم سہارنپور کے بھتیجے تھے۔[3] آپ کے والد، حضرت مولانا خلیل احمد انبھٹوی ثم المدنیؒ کے ہم درس تھے۔[4]

مولانا جمعیت علی صاحب اور مولانا ثابت علی صاحب نے بھی "مظاہر علوم" سہارنپور سے تحصیل علم کی اور حصولِ علم کے بعد اسی درسگاہ میں مدرس ہوگئے۔ ابتدا میں ان کے والد مدرس فارسی مقرر ہوئے۔ اور کچھ عرصہ تک "مظاہر علوم" میں یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ بعد میں مولانا خلیل احمد صاحب کے مشورہ سے بہاولپور کالج میں عربی، فارسی کے پروفیسر مقرر ہوگئے۔ اور آخر عمر تک اپنی مظاہری وضع اور قدیم شان کے ساتھ اسی کالج سے وابستہ رہے۔[5]

چھوٹے بھائی مولانا ثابت علی صاحب بھی مظاہر علوم میں عربی کے مدرس مقرر ہوئے۔ ان کو تدریس میں ایسا کمال اور افہام و تفہیم کا ایسا خداداد ملکہ حاصل تھا کہ دور دور سے طلبہ ان کی شہرت سن کر آتے تھے۔ ان کے تلامذہ میں بڑے بڑے اصحاب علم و فن شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنا رسوخ فی العلم دیا تھا کہ درس میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ :۔

---

(۱) روزنامہ "نئی دنیا" دہلی عظیم مدنی نمبر ص ۱۴۷ (۲) حاشیہ مشاہیر علماء دیوبند ص ۲۵۸ (۳) حاشیہ تذکرۃ الخلیل ص ۱۱۵ (۴) "تاریخ دارالعلوم دیوبند" (۵) نئی دنیا ص ۱۴۷

"ثابت کی بات ہمیشہ ثابت رہے گی"

مولانا عبداللطیف صاحب نے قرآن پاک اپنے وطن میں بگھرے کے ایک حافظ امانت علی صاحب کے پاس حفظ کیا۔ آپ کے حفظ کی پختگی اور آپ کی دل نشین تلاوت کا نتیجہ تھا کہ آپ کے جملہ احباب و مخلص حتیٰ کہ ہم عصر بھی "حافظ صاحب" ہی کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

آپ نے فارسی کی ابتدائی کتب اپنے والد محترم سے بہاولپور میں پڑھیں۔ اس کے بعد ۱۳۱۵ھ میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب کے ایما و ارشاد پر مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۲ھ میں وہاں سے امتیازی نمبروں میں کامیاب ہوئے۔ اس سال مظاہر علوم میں طلبہ کی تعداد ۱۳۵ تھی۔ جن میں ۶ بی پڑھنے والے باسٹھ اور قرآن مجید و فارسی پڑھنے والے ۴۳ تھے۔ الحمدللہ آٹھ نفر دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے جن کے اسمار یہ ہیں:-

حافظ عبداللطیف پور قاضوی۔ مولوی سراج الدین بنوی۔ مولوی اسحاق ہزاروی۔ مولوی عبدالحی سہسرامی مولوی فیض الحسن سہارنپوری۔ مولوی عبدالحکیم بدایونی۔ مولوی محمد حسین بنوی۔ مولوی جمال الدین پنجابی۔

ان فارغین میں امتیازی نمبرات سے پاس ہوکر مولوی حافظ عبداللطیف پور قاضوی نے انعام میں بیضاوی شریف۔ تفسیر سورۂ بقرہ۔ مسامرہ شرح مسایرہ۔ تاریخ تیموری۔ فتوح الشام عربی حاصل کی [۱]

آپ نے بخاری شریف مسلم شریف۔ ابوداؤد شریف۔ ترمذی شریف۔ ابن ماجہ شریف حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے اور نسائی شریف مولانا عنایت الٰہی سے پڑھی [۲]

آپ نے مظاہر علوم کے علاوہ تقریباً تین ماہ دارالعلوم دیوبند میں بھی تعلیم حاصل کی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جس وقت مظاہر علوم میں خلفشار ہوا اس وقت مولانا، اپنے والد ماجد کے اصرار پر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ لیکن آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے وہاں زیادہ قیام نہ کر سکے۔ اور تین ماہ بعد ہی مظاہر میں واپس آکر سابقہ مشغلہ میں منہمک ہو گئے۔

جمادی الاول ۱۳۲۳ھ میں حضرت رائے پوری نے مولانا عنایت الٰہی کو ناظم اعلیٰ بنانے کا مشورہ دیا اور اجازت دی کہ وہ نظامت کے ساتھ موجودہ تنخواہ پر ایک دو سبق بھی پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری سرپرست مدرسہ مظاہر علوم نے تحریر فرمایا کہ:-

"میرے خیال میں مولانا عنایت الٰہی صاحب سے عرض کیا جائے کہ وہ دوبارہ اس (نظامت) کو موجودہ

---

[۱] تاریخ مظاہر علوم جلد دوم صہ ۲۴۹ [۲] ایضاً

تنخواہ پر قبول کر لیں اور ایک دو سبق وہ چاہے تو رکھ لیں۔"

حضرت رائے پوری اور بقیہ سرپرستوں کی منظوری کے بعد مولانا عنایت الٰہی کو ناظم اعلیٰ مظاہر علوم بنا دیا گیا۔ البتہ ان کی خواہش کے مطابق اوقات میں گنجائش ہونے کی صورت میں دو اسباق پڑھانے کی اجازت دے دی گئی۔ اور ان کے متعلقہ اسباق کے لیے یہ طے پایا کہ ایک مستقل استاد مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب کو ان کی جگہ مقرر کیا جائے۔ جو اسی مدرسہ سے فارغ ہونے کے ساتھ ساتھ ذی استعداد بھی ہیں۔ چنانچہ یکم جمادی الاول ۱۳۲۳ھ کو بمشاہرہ ۱۰ روپے ان کا تقرر کر دیا گیا۔ محرم ۱۳۲۵ھ سے مشاہرات اساتذہ میں اضافہ ہوا۔ چنانچہ حافظ صاحب کے مشاہرہ میں پانچ روپے کا اضافہ کر کے ۱۵ روپے کر دیئے گئے۔ ۱۳۲۹ھ میں تنخواہوں میں پانچ روپے کا مزید اضافہ ہوا۔ اور اس طرح حافظ صاحب کی ماہانہ تنخواہ ۲۰ روپے ہوگئی۔[1]

۱۳۲۴ھ کو مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اس لئے ان کی جگہ مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری کو بمشاہرہ ۸ روپے ماہانہ پر تقرر کیا گیا۔

۱۳۲۸ھ میں مدرسین و متعلقین مدرسہ کا ایک بڑا قافلہ حج کو گیا۔ جن میں حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری۔ سرپرست مدرسہ مع صاحب زادہ مرحوم و دیگر اعزہ۔ مولانا ثابت علی صاحب مدرس سوم۔ مولانا عبد اللطیف صاحب مدرس چہارم۔ مولانا عبد اللہ صاحب مدرس پنجم۔ مولانا فیض الحسن صاحب۔ مولانا مبارک علی صاحب محصل چندہ اور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب شامل تھے۔ اس طرح مولانا عبد اللطیف صاحب نے اپنی عمر میں دو حج کئے۔[2]

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری ۱۳۳۳ھ میں جب حج کے لیے روانہ ہوئے تو آپ پہلی مرتبہ ناظم مدرسہ مقرر ہوئے۔ ۱۳۳۹ھ میں استاد حدیث کی مسند پر فائز ہوئے اور پہلی مرتبہ بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس دیا۔[3] ویسے آپ نے دور مدرسی میں درس نظامی کی تقریباً سب ہی کتابیں پڑھائیں۔ اور معقولات و منقولات پر آپ کی نگاہ یکساں تھی۔[4]

حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب کا تقرر حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہ نے ۱۳۴۴ھ میں اپنے سفر حج کے موقعہ پر بحیثیت ناظم اعلیٰ ہونے فرمایا تھا۔ حضرت کی فراست اور آپ کے حسن انتخاب کے مطابق مدرسہ کے عہدۂ نظامت کی ذمہ داریوں کو جس بہتر طریقہ پر ۲۹ سال تک نبھایا وہ مدرسہ کی تاریخ کا ایک تابناک دور ہے۔[5] آپ کے دور میں مدرسہ نے نمایاں ترقی کی۔ کتب خانہ کی عمارت الٰہی کے زمانہ میں مکمل ہوئی۔ جدید دار الاقامہ کی تاسیس

---

[1] تاریخ مظاہر جلد دوم صہ ۲۲۹ [2] تاریخ مظاہر جلد اول صہ ۱۰۶ [3] تاریخ مظاہر جلد ۲ صہ ۲۴۹ [4] مشاہیر علماء دیوبند صہ ۳۳۰
[5] " " " صہ ۱۵۹

اور اس میں مسجد کی تعمیر اور دارالتجوید کی عمارت بھی انہی کے زمانے کی یادگار ہے[۱]

آپ نے تقریباً ۵۰ سال مظاہر علوم سہارنپور میں مختلف خدمات انجام دیں۔ اور کامل انتیس سال تک مدرسہ میں نظامت کی خدمات انتہائی ذمہ داری اور بیداری سے انجام دیں۔

۱۳۴۳ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے ہمراہ مدرسہ کی ضروریات کے سلسلہ میں رنگون جانا ہوا۔ ۱۳۴۴ھ میں رنگون سے واپس آکر دوبارہ مستقل طور پر مدرسہ کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ ۲۲ صفر ۱۳۷۲ھ میں ایک بار پھر مظاہر علوم کے کام کے سلسلہ میں رنگون تشریف لے گئے۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ مولانا الحاج امیر احمد صاحب اور مولانا الحاج مفتی مظفر حسین بھی تھے۔ چند ماہ قیام کے بعد ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ کو یہ حضرات واپس تشریف لائے[۲]

آپ کے اس تاریخی اور آخری سفر کی یاد کافی عرصہ برما کے ہر فرد کے دل پر ثبت رہی اور ایک مدت تک آپ کی تقاریر کے ریکارڈ رنگون کے ہوٹلوں میں ذوق شوق سے سنے جاتے رہے۔

بہرحال برما کا یہ سفر حضرت علیہ الرحمۃ کے لئے مظاہر علوم کی آخری خدمت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور دنیا جانتی ہے کہ ان کی یہ آخری خدمت ایسی تابناک خدمت ہے اور اس کو محسن شناس نظریں کبھی فراموش نہیں کر سکیں گی۔

آپ ۱۳ صفر ۱۳۷۳ھ کو مدرسہ کی کسی ضرورت سے دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں اچانک ہیضہ کا حملہ ہوا۔ اس وقت یاس کی حالت ہو چلی تھی مگر حیات مستعار باقی تھی اس لئے طبیعت رفتہ رفتہ سنبھل گئی۔ البتہ ضعف ونقاہت کئی ماہ باقی رہا۔ آپ نے ۲ ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۵۴ء بروز پیر صبح دس بجے سہارنپور میں وفات پائی۔ اور ڈھائی بجے شام کو حاجی شاہ کے مشہور قبرستان میں ان کے چچا مولانا ثابت علی صاحب اور مولانا عنایت الٰہی صاحب کے جوار میں اس مجسمۂ خوبی کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ کی عمر ۸۵ سال ہوئی[۳]

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کی وفات کے بعد حضرات سرپرستان مدرسہ نے یکم محرم الحرام ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں حضرت اقدس مولانا الحاج شاہ محمد اسعد اللہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو منصب نظامت سپرد فرما دیا تھا[۴] ویسے بھی موصوف سابق ناظم صاحب کے زمانہ علالت سے کارہائے نظامت انجام دے رہے تھے۔ اور یکم صفر ۱۳۶۵ھ سے نائب ناظم بنا دئے گئے تھے[۵]

تصحیح درس نظامی | کسی صاحب نے درس نظامی پر کچھ اشکالات کر کے اس میں ترمیم و اصلاح کا مشورہ دیا تھا۔ حضرت کی طرف سے درس نظامی کے فوائد اور اس کی وجوہ ترجیح پر یہ مکتوب لکھا گیا جو کتابی شکل میں ادرہ

۱؎ تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲؎ تاریخ مظاہر جلد ۲ ص ۱۵۹ ۳؎ ایضاً ص ۲۴۹ ۴؎ ایضاً ۵؎ ایضاً جلد ۲ ص ۱۵۹

مظاہر علوم کے نوادرات (زیر نمبر ۶۷/۱) میں محفوظ ہے۔ صفحہ ۱۲ سن تحریر ۱۳۵۵ھ۔ اس کے علاوہ حضرت نے کوئی تصنیف یادگار نہیں چھوڑی[۱]۔

حضرت حافظ صاحب کے تلامذہ میں بڑے باکمال اور صاحب علم وفضل شامل ہیں۔ ان مشاہیر میں سے چند یہ ہیں:۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سابق امیر تبلیغی جماعت دہلی۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ امیر تبلیغی جماعت دہلی۔ مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی۔ مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی۔ مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب۔ مولانا عبدالجبار صاحب۔ مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری۔ مولانا اکبر علیؒ صاحب استاذ حدیث دارالعلوم کراچی۔ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب امیر تبلیغی جماعت حجاز۔ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب۔ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور۔ حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی قدس سرہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ۔ مولانا انیس الرحمان صاحب بن مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی۔ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب مدظلہ مجلس دعوۃ الحق ہردوئی مولانا نور محمد صاحب ٹانڈوی۔ مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور۔ حضرت مولانا مفتی اشفاق الرحمان صاحب کاندھلوی سابق مفتی دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو اللہ یار سندھ۔ حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت حافظ صاحب کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی خلیفہ خاص حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے تلمذ کے علاوہ بیعت کا شرف بھی حاصل تھا[۲]۔

حضرت حافظ صاحب کی شخصیت ایسی جامع تھی جو درس وتدریس پر حاوی اور درس نظامی کی ہر کتاب کی حافظ تھی۔ منطق۔ فلسفہ۔ ہیئت۔ صرف۔ نحو۔ معانی۔ بیان۔ بدیع۔ تفسیر۔ حدیث کسی فن کی کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس کو آپ پڑھا نہ چکے ہوں جس کے متعلق بلاتکلف ہر طالب علم کے سامنے تقریر نہ فرما سکتے ہوں۔ اپنے آخری دور میں جب کہ مشاغل نظامت، ضعف وکبر سنی کے باوجود بڑھ گئے تھے۔ جو طالب علم آپ سے کسی بھی درسی کتاب کے متعلق کوئی حل طلب مسئلہ پیش کرتا تو آپ بے تکان مسئلہ زیر بحث پر دقت نظری اور پوری مدرسانہ شان سے تقریر فرما دیا کرتے تھے۔

مدرسہ مظاہر علوم کے اکثر ملازمین واساتذہ حضرت حافظ صاحب کے شاگرد تھے آپ انہیں آگے بڑھتا

---

[۱] تاریخ مظاہر جلد دوم صـ ۲۴۹ [۲] تاریخ دارالعلوم صـ ۸۵

اور ترقی کرتا دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔ اور ہر طرح ان کی اعانت فرمایا کرتے۔

حضرت حافظ صاحب نے صحیح اور شفیقی قدیم تعلیمی نظریے کو عملی جامہ پہنانے کی بھرپور کوشش کی۔ وہ ذاتی طور پر ماضی کی جن تہذیبی اور ثقافتی، علمی اور عملی ذہنی اور روحانی قدروں کے امین تھے۔ مظاہر علوم میں زندہ رکھنے اور دنیا میں عام کرنے کی پوری جدوجہد کی۔ ان کی انتہائی کوشش یہ تھی کہ مظاہر علوم کے طلبہ ان روایات کو حاصل کرنے میں پوری کوشش کریں۔ اور دنیا کے مختلف علاقوں میں جا کر ان قدروں کو عام کریں اور وہ جہاں بھی جائیں یا رہیں ہر حال میں مظاہر علوم کا باوقار نمائندہ ثابت ہوں۔ یہی سبب تھا کہ حضرت حافظ صاحب طلبہ پر مناسب گرفت فرماتے تھے۔ جس کی بنا پر بعض طلبہ کبیدہ خاطر بھی ہو جاتے۔ لیکن حافظ صاحب کی نیت کا خلوص اور اکابر کے طریق سے محبت کے باعث اکثر یہ کبیدگی عارضی ثابت ہوئی۔

حضرت صاحب طلبہ کی لاابالی سرشت کے پیش نظر اول اول تو چشم پوشی سے کام لیتے اور طالب علم کو اس بات کا موقع دیتے کہ وہ خود یہ محسوس کرے کہ اس کی اس ناپسندیدہ حرکت سے صرف نظر کی گئی ہے! اور خود اس کا ضمیر اس بزرگانہ رعایت کی چوٹ کھا کر بیدار ہو جائے۔ جب نوبت اس حد تک پہنچتی کہ طالب علم کا ضمیر نفسیاتی تنبیہ کو غفلت پر محمول کرنے لگا ہے تو فوراً داروگیر شروع ہو جاتی اور بازپرسی کے ضابطہ پر پورا طرح عمل درآمد ہوتا جس کے نتیجے میں یا تو اپنی اصلاح کر لیتا یا اپنے سرکش ضمیر کی بدولت مدرسہ ہی سے رخصت ہو جاتا۔ حضرت کا برتاؤ طالب علموں کے ساتھ رحم و شفقت کا تھا۔ آپ اصولوں کے معاملے میں سخت بھی تھے لیکن آپ کی شفقت سختی سے بڑھی ہوئی تھی۔

اصول اور ضابطہ کے مطابق امتحان میں ناکامی یا کسی اور قانونی رکاوٹ کے سبب کسی طالب علم کا مطبخ سے کھانا بند ہو گیا۔ تو ایک عرصہ تک اسے گھر سے کھانا دیا یا اپنے ساتھ کھلایا۔ غرض جہاں تک ممکن ہوتا وہ طلبہ کی حوصلہ افزائی، ان کی دلدہی اور مدارات میں کمی نہ فرماتے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان کی یہ زبردست خواہش ہوتی کہ طالب علم حصول علم کی ذمہ داریوں سے نہ کترائے۔ اور پوری تندہی کے ساتھ علم دین حاصل کرے۔

اگر آپ کو کسی کی بیماری کی اطلاع ملتی تو فوراً اس کی خیریت دریافت فرماتے اور ضروری مشورہ دیتے اور خود بھی اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے۔

نظم و ضبط کا مادہ طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا چاہتے تھے کہ ہر چھوٹے سے چھوٹا کام اس عمدگی اور ترتیب کے ساتھ ہو کہ اس میں کوئی خلل یا نقص نہ رہ جائے۔[۱]

۱۔ روزنامہ نئی دنیا دہلی عظیم مدنی نمبر ص ۱۴۸، ۱۴۹

بخاری شریف کا پہلا گھنٹہ ہوتا تھا اور اس نظم و ترتیب کے ساتھ سبق پڑھاتے تھے کہ ۱۵ شوال سے شروع فرما کر ۱۵ رجب تک ختم کر دیتے اس میں اضافی اوقات میں پڑھانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی جب گھنٹہ بجتا ناظم صاحب دارالحدیث کے دروازے پر ہوتے اور گھنٹہ ختم ہوتے ہی سبق بھی ختم ہو جاتا۔ وقت کے از حد پابند تھے اس میں کبھی تخلف نہیں ہوا۔

اس کے بعد ۹ بجے سے مدرسہ قدیم کے دفتر نظامت کے برآمدے میں تشریف اور اہتمام کا کام انجام دیتے۔ صرف قلمدان پاس ہوتا۔ ڈسک وغیرہ استعمال نہ فرماتے۔ جب کوئی شخص درخواست لے کر حاضر ہوتا فوراً اپنا کام روک کر اسے فارغ کرتے اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ کبھی آپ کے پاس دو آدمی مشترکہ طور پر جمع نہ ہوتے۔ ایک آدمی جب آپ کے پاس ہوتا تو دوسرا دور رہ کر انتظار کرتا۔ جب پہلا شخص وہاں سے رخصت ہو جاتا تو یہ وہاں پہنچ جاتا۔

ہر شخص سے چاہے ادنیٰ طالب ہو یا اعلیٰ سے اعلیٰ مدرس، اس کے مزاج کے مطابق مسکرا کر بات فرماتے تاکہ اسے اپنا مافی الضمیر عرض کرنے میں دشواری نہ ہو[1]

حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری سابق استاذ حدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کو امور نظامت میں بطور مشورہ ضرور شریک رکھتے اور اپنے پیچھے سفر کو جاتے وقت نظامت سپرد کر جاتے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی نرم مزاجی کا یہ حال تھا کہ طلبہ درس ہی میں درخواستیں لے آتے تو سبق روک کر حکم تحریر فرما دیتے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ ناظم صاحب مشورہ کے لئے بنفس نفیس مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے پاس تشریف لے آیا کرتے تھے[2]

حضرت مولانا عبدالحیٔ دائمی صاحب مدظلہ، ناظم کتب خانہ وقف دارالعلوم کراچی نے حضرت ناظم صاحب کی شفقت اور اصول پسندی کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ:-

مظاہر علوم میں کمرہ ۲۳ میں تین طالب علم رہتے تھے۔ ایک خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوب کے صاحبزادے دوسرے مولوی محمد حسن کاکوری کے صاحبزادے، تیسرے ایک اور صاحب تھے۔ یہ تینوں حضرات کھیل کے شوقین تھے۔ چونکہ مدرسہ میں فٹ بال کھیلنے کا کوئی انتظام نہ تھا اس لئے شہر میں فٹ بال ٹیم کے ساتھ کھیلتے تھے۔

مولانا عبدالحفی صاحب بھی اسی مدرسہ کے طالب علم تھے۔ ان کا بھی دل کھیلنے کو چاہتا تھا لیکن مدرسہ میں

---

[1] بروایت مولانا عبدالحفی دائمی مدظلہ [2] تجلیات رحمانی صہ ۸۳

اس کا کوئی انتظام نہ تھا۔ لہٰذا تھانہ بھون جاکر سرپرست مدرسہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا کہ:۔

"ہم متعلمین مدرسہ مظاہر علوم کے لئے بھی کھیل کا انتظام مثلاً بنوٹ وغیرہ کا فرما دیا جائے تو بہتر ہے"۔

حضرت اقدس تھانویؒ نے ناظم صاحب کے نام تحریر فرما دیا:۔

"کھیل کا انتظام فرما دیا جائے"۔

مولانا عبدالحفی صاحب اپنی اس کامیابی پر بہت خوش ہوئے اور وہ تحریر حضرت ناظم صاحب کی خدمت میں پیش کر دی حسبِ عادت ناظم صاحب نے مسکرا کر بے حد شفقت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ:۔

"آپ تو سرپرست صاحب سے لکھوا کر لائے ہیں کھیل کا انتظام تو کرنا ہی پڑے گا۔ مدرسہ نے آپ کی تعلیم کے لئے مدرس مقرر کئے ہیں تو کھیل کے لئے بھی ایک مدرس کا انتظام کیا جائے گا۔ مگر آپ اتنا فرمائیں کہ آپ یہاں پڑھنے کے لئے آئے ہیں یا کھیلنا سیکھنے کے لئے"۔

مولانا عبدالحفی صاحب نے فرمایا کہ ناظم صاحب کے اس جملہ کا یہ اثر ہوا کہ اسی وقت کھیل سے نفرت ہوگئی۔

یہ تھی ہمارے اساتذہ کی محبت، شفقت اور باطنی اثر جس کے نتیجے میں ہمیشہ کے لئے کھیل سے نفرت ہوگئی۔[۱]

صبح تین بجے اٹھ کر آگ جلانا اور صبح کی چائے خود پکانا تو ہمیشہ کا معمول تھا۔ شب کے معمولات پورے فرما کر چائے نوش فرماتے اور پھر صبح کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ آپ کی زندگی اتنی ہمہ جہت تھی کہ کسی وقت بھی خود کو غیر مصروف رکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ چھٹی کے اوقات اور تعطیل کے ایام بھی ان کے مدرسہ مظاہر علوم ہی میں گذرتے تھے۔ تاکہ ملنے والوں کو سہولت ہو اور مدرسہ کے کسی کام میں ادنیٰ سا حرج بھی واقع نہ ہو۔

گھر میں جب تشریف لے جاتے اور چیزیں بکھری ہوئی پاتے تو خود ان کو اٹھا کر مقررہ جگہ پر رکھ دیتے اور جب وقت ملتا تو بڑی بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ خود خانہ داری کے کاموں میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے۔ آٹا گوندھ لیتے مسالہ پیس لیتے اور سالن بھی خود ہی پکا لیتے[۲]

حضرت مولانا سید حافظ عبداللطیف صاحب نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی صاحب زادی سلمٰی کے ساتھ ہوئی جو اہلیہ ثانیہ سے دوسری لڑکی تھی۔ مگر وہ لڑکی طرح طرح کے امراض کا شکار رہی۔ اور آخر گلے میں نجیبر نکلے جن کا یکے بعد دیگرے دو مرتبہ لدھیانہ جاکر اپریشن کرایا گیا۔ بالآخر اس کو دق لاحق ہوئی۔ اور چند ماہ کی ایک بچی خدیجہ نام چھوڑ کر ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۰ر جون ۱۹۱۰ء کو دنیا

۱؎ بروایت مولانا عبدالحفی دامتی ۲؎ روزنامہ نئی دنیا دہلی عظیم مدنی نمبر ص ۱۴۹

رخصت ہوگئی۔ تین ماہ بعد معصومہ خدیجہ نے بھی ماں کا ساتھ دیا اور انتقال فرما گئی۔[1]

حضرت مولانا کی دوسری شادی حضرت مولانا عبدالحق پورقاضی کی چھوٹی صاحبزادی اسعدی خاتون کے ساتھ ہوئی۔ حضرت مولانا عبدالحق پورقاضی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ہم جماعت اور دارالعلوم دیوبند کے ممبر اور ریاست رتلام کے اکونٹنٹ تھے اور تادم واپسیں اسی عہدہ پر فائز رہے۔ انہوں نے اپنی صاحبزادی کو جو قیمتی ہدائتیں اور نصیحتیں لکھ کر دی تھیں۔ انہیں بعد میں حضرت مولانا تھانویؒ نے "بہترین جہیز" کے نام سے بہشتی زیور کا جزو بنا کر شائع فرما دیا۔ جو آج بھی بہشتی زیور میں موجود ہے۔

ان اہلیہ سے مولانا عبدالروف عالی صاحب (مجلس معارف القرآن دارالعلوم دیوبند) پیدا ہوئے۔ ان اہلیہ محترمہ کا ۱۸ رجب ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۳۲ء یوم جمعہ کو انتقال ہوا۔ بڑی صالحہ، عابدہ اور متواضع خاتون تھیں۔[2]

---

[1] تذکرۃ الخلیل ص ۱۱۴، ۱۱۵ [2] تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۸۵ و مشاہیر علمائے دیوبند از قاری فیوض الرحمان صاحب حاشیہ صفحہ ۲۵۸۔

نیلام عام

عوام الناس کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ٹاؤن کمیٹی جہانگیرہ وصولی فیس بس و ٹانگہ اڈہ برائے میعاد ایک سال از 11/81 تا 15/82 13 مورخہ 15/81 3 کو بوقت ۱۰ بجے صبح دفتر ہذا میں بذریعہ کھلی بولی نیلام کرنا چاہتی ہے۔ ہر بولی دہندہ قبل از بولی مبلغ دس ہزار روپیہ (10,000/-) بطور زر بیعانہ نقد یا بنک ڈرافٹ بحق چیئرمین ٹاؤن کمیٹی جہانگیرہ جمع کرے گا۔ لہذا خواہشمند حضرات وقت مقررہ پر تشریف لا کر نیلام میں شرکت فرماویں۔

نوٹ:۔ دیگر شرائط نیلام دفتری اوقات کار میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

(پیوردل خان)

چیئرمین ٹاؤن کمیٹی۔ جہانگیرہ

INF(P):2409